خدا جو عزت کا سر چشمہ ہے اس سے عزت حاصل کریں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷؍نومبر ۱۹۸۱ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد وتعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا (بنی اسرائیل:۱۰۹) کہ قرآن کریم اپنے ماننے والوں کو عجز، انکسار اور تواضع میں بڑھاتا ہی چلا جاتا ہے۔

جس قدر انسان خدا تعالیٰ سے علوم قرآنی سیکھتا ہے، اتنا ہی اسے اپنی صحیح ذمہ داریوں کا احساس ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں جو ذمہ داریاں انسان پر ہمیں نظر آتی ہیں کہ ڈالی گئی ہیں بنیادی طور پر دو حصوں پر منقسم ہوتی ہیں۔ ایک حقوق اللہ اور دوسرے حقوق العباد۔ جہاں تک حقوق العباد کا تعلق ہے وہ تمام احکام باری تعالیٰ جو قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں ان کی بنیاد اس بات پر ہے كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (الِ عمران:۱۱۱) تم بنی نوع انسان ''النّاس'' کی خیر اور بھلائی کے لئے قائم کئے گئے ہو، ان کی خدمت پر مامور ہو اور خادمانہ راہیں اور عاجزانہ راہیں ایک ہی راہیں ہیں ان میں کوئی فرق ہمیں نظر نہیں آتا لیکن اس وقت مَیں اس حصّے کے متعلق کچھ کہنا نہیں چاہتا بلکہ دوسرے حصّے کے متعلق کہنا چاہتا ہوں یعنی اللہ تعالیٰ کے حقوق کے متعلق جن کی ادائیگی کی بنیاد بھی عاجزی اور انکساری پر رکھی گئی۔

جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہ ہو اور اس کی عظمت، اس کی رفعت، اس کی شان سے وہ ناواقف اور ناآشنا ہو وہ بدقسمت انسان خدا کے سامنے بھی اِباء اور استکبار کا رویّہ

اختیار کر لیتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے جو عاجزانہ راہوں کو اختیار کرتے ہوئے حقوق کی ادائیگی ہے اس کے نتیجہ میں دو احساس پیدا ہوتے ہیں انسان کے اندر۔ ایک احساس اپنی ذات کے متعلق ہے اور وہ نیستی کا احساس ہے۔ لاشئ محض ہونے کا احساس ہے۔ ''میں کچھ نہیں''۔ اور دوسرا احساس یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس سے زندہ تعلق رکھنے کا قرآن کریم نے مجھے حکم دیا اور جس کی راہیں اس نے مجھ پر وا کیں اور کھولیں، وہ اللہ جو ہے وہ بہت ہی رفعتوں والا، بہت ہی عظمتوں والا، علوِ شان، ہر قسم کی صفاتِ حسنہ سے متصف کوئی عیب اور برائی اور کمی اور نقص اور کمزوری اس کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی جوں جوں وہ عرفان میں بڑھتا چلا جاتا ہے، خدا تعالیٰ کی عظمت کے عرفان میں، اسی کے ساتھ ساتھ وہ اپنی نیستی کا جو احساس ہے اس میں وہ شدّت اختیار کرتا چلا جاتا ہے یعنی اس کو پتا لگتا ہے کہ مَیں جو دو سال پہلے مثلاً سمجھتا تھا کہ مَیں اس قسم کا نیست، اور لاشئ محض ہوں، میں تو اس سے بھی زیادہ نیست اور میری کیفیت اور حالت اور حقیقت تو اس سے بھی زیادہ لاشئ محض کی ہے۔

اس وقت اس لمبے مضمون کا ایک پہلو مَیں آپ کے سامنے رکھوں گا اور وہ یہ کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے یہ جو خدا تعالیٰ کے مقابلے میں نیستی کا تصوّر ہے، اسے کس رنگ میں بیان کیا ہے، آپ نے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے میں مختصراً اس وقت اسے بیان کروں گا چونکہ یہ حقوق اللہ کی ادائیگی کی بنیاد تھی' حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نثر میں بھی پورے 'Emphasis' کے ساتھ، پورے زور کے ساتھ اس پر روشنی ڈالی گئی اور آپ کی نظم میں بھی اس پر روشنی ڈالی گئی۔ آپ نے زیادہ تر تین زبانوں میں منظوم کلام ہمارے سامنے ہماری ہدایت اور راہنمائی کے لئے رکھا۔ عربی میں منظوم کلام، اردو اور فارسی میں۔ اس وقت میں نے چند ایک اشعار اردو اور فارسی کے منتخب کئے ہیں مَیں وہ پڑھ کے سناؤں گا۔ کچھ چھوٹی سی تمہید میں نے آپ کے سامنے رکھ دی ہے۔ آپ کوشش کریں اور میں دعا بھی کرتا ہوں اور کوشش بھی کروں گا۔ آپ کوشش کریں کہ آپ سمجھ جائیں اور میں کوشش کروں گا دعا کے ساتھ کہ آپ کو سمجھانے میں کامیاب ہو جاؤں۔

درثمین اردو میں بہت جگہ آپ نے اس مضمون کو بیان کیا۔ چند ایک اشعار مَیں نے منتخب

کیے وہ یہ ہیں۔

وہی اس کے مقرّب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
نہیں رہ اس کی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو

(درثمین صفحہ ۶۳)

پھر آپ فرماتے ہیں۔

کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے
کرے پاک آپ کو تب اس کو پاوے
پسند آتی ہے اس کو خاکساری
تذلّل ہے رہِ درگاہِ باری
عجب ناداں ہے وہ مغرور و گم راہ
کہ اپنے نفس کو چھوڑا ہے بے راہ
بدی پر غیر کی ہر دم نظر ہے
مگر اپنی بدی سے بے خبر ہے

(درثمین صفحہ ۹۳)

فارسی کلام میں بہت جگہ مختلف پیرائے میں اسے بیان کیا۔ جو چند اشعار آپ نے بیان کیے، وہ مضمون لمبا شروع ہوا ہے پہلے سے جہاں سے مَیں نے اٹھایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنے کے لئے فنا کی راہ کو اختیار کرنا پڑتا ہے یعنی جو شخص اپنی جان اس کے حضور پیش کر دے اور دنیا کی نگاہ میں زندگی کے جو لوازم ہیں وہ سب اس کے لئے چھوڑ دے اور اسی کا ہو جائے اور اس کی ہدایت کے مطابق زندگی گزارنے کے لئے ایک نئی جان، ایک نئی روح، ایک نئی زندگی اس سے پاوے تب کام بنتا ہے ورنہ نہیں۔

آپ فرماتے ہیں۔

کشتۂ دلبر و دل آرامے
رستہ یکسر ز ننگ و از نامے

دلبر اور دلآرام پر قربان اور ننگ و ناموس سے بالکل بے پرواہ ہو جاتا ہے ایسا شخص۔

پُر زِ عشق و تہی زِ ہر آزے
قصّہ کوتاہ کرد آوازے

(درثمین فارسی صفحہ ۲۴۷)

وہ محبت الٰہی سے بھرا رہتا ہے اور دنیوی حرص اور لالچ سے خالی ہوتا ہے۔ ایک ہی آواز نے اس کا کام تمام کر دیا۔ یعنی خدا تعالیٰ کے پیار کا جو پہلا جلوہ اس پر نازل ہوا، اسی نے اس کے وجود کو جو دنیوی وجود تھا اس کو جلا کے راکھ کر دیا اور ایک روحانی زندگی اسے عطا کر دی۔

آپ فرماتے ہیں۔

قدمِ خود زدہ براہِ عدم
گم بیادش ز فرق تا بقدم

(درثمین فارسی صفحہ ۲۴۷)

وفا کے راستے پر چل پڑا اور اس کی یاد میں سر سے پیر تک گم ہو گیا۔

(مَیں زیادہ تر ترجمہ پڑھتا جاؤں گا)۔ دلبر کا ذکر اس کی غذا ہو گیا بلکہ سارا دلبر اس کے لیے ہو گیا۔ اس نے سوائے دلدار کے اپنی ہر خواہش کو جلا دیا۔ ایک ہی آرزو دل میں رہ گئی کہ خُدا مجھ سے راضی ہو جائے خُدا مجھ سے مل جائے، خُدا سے میرا زندہ تعلق پیدا ہو جائے۔ اس کے علاوہ ہر خواہش کو جلا دیا۔ اور اللہ جو اس کا محبوب ہے اس کے سوا ہر چیز کی طرف سے آنکھ بند کر لی۔

ایک چہرہ پر جان و دل فدا کر دیا اور اس کو پانے کے لیے اور اس کے وصل کو اپنا خاص مدّعا اور مقصود بنا لیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس وقت ہم کلام ہوتا ہے جب یہ کیفیت پیدا ہو ورنہ ہم کلام نہیں ہوتا۔ جب تُو ہم سے خدا کی وحی سُنے تو یہ نہ کہہ کہ وہ ہمیں کیوں نہیں ملی۔ خدا نے صرف آپ کو کیوں چُن لیا؟ آپ فرماتے ہیں جب تک تیرے دل کا کام تمام نہ ہو جائے کس طرح تیرے محبوب کا پیغام تیرے پاس پہنچے۔ یعنی تُو تو سرگرداں پھرے غیروں کے کوچہ میں اور وہ جو بادشاہِ ہر دو جہاں ہے وہ تجھ سے ہم کلام پھر کیسے ہو۔

جب تک تُو اپنی نفسانیت سے باہر نہ آئے ،نفسانیت کا چولہ اتار کے باہر نہ پھینک دے اور جب تک تو اس کے چہرہ کا دیوانہ نہ بن جائے۔

تا نہ خاکت شود بسان غبار

جب تک تیری خاک غبار کی طرح نہ ہو جائے اور جب تک تیرے غبار میں سے خون نہ ٹپکنے لگے، جب تک تیرا خون کسی کی خاطر نہ بہے اور جب تک تیری جان کسی پر قربان نہ ہو جائے تب تک تجھے کُوئے جاناں کا راستہ کیونکر ملے اور اس دستِ گاہ کی طرف سے تجھے آواز کیونکر آئے۔ اس قدر لالچ ،حرص ،تکبّر اور غرور کے ساتھ ، کیا وجہ ہے کہ کُوئے جاناں سے تو محروم نہ رہے یعنی حرص بھی ہو، لالچ بھی ہو، اباء بھی ہو، تکبّر بھی ہو اور غرور بھی ہو تو پھر کیسے تُو سمجھتا ہے کہ محرومی کی یہ دیوار گر جائے اور خدا تعالیٰ کا دیدار تجھے نصیب ہو جائے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

وہاں ڈھونڈ جہاں زور باقی نہیں رہا۔ یعنی اگر تیرے نفس میں اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے، سمجھتا ہے اپنے زور بازو سے کچھ حاصل کر سکتا ہے تو نہیں ملے گا تجھے۔ وہاں ڈھونڈ جہاں زور باقی نہیں رہا۔ خود نمائی ،تکبّر اور جوش باقی نہیں رہا۔ وہاں ڈھونڈ جہاں موت آ گئی ہے۔ جب خزاں چلی جاتی ہے تو پھل اور پتّوں کا موسم آتا ہے۔

زبانی دعویٰ مُردار کی طرح ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو پانے کے لیے، اپنی بزرگی کے، اپنی طہارت کے دعوے، اپنے ایثار کے، خدا کے لیے اپنے عشق کے دعوے جو ہیں بے معنی ہیں۔ زبانی دعوے مُردار کی طرح ہوتے ہیں۔ کُتّوں کے سوا کوئی ان کو نہیں پوچھتا۔ (مُردار پر کُتّے ہی جاتے ہیں نا)۔

جب تک تو فنا نہیں ہوتا تب تک مُردار سے بھی بدتر ہے اور فضلِ خُدا تجھ سے بہت دور ہے۔ جب تک تیرا سر عاجزی کے ساتھ نیچا نہ ہوگا تب تک تیرے نفس کے سامنے سے دوری اور مہجوری کا پردہ نہ ہٹے گا۔

جب تک تیرے سب بال و پر نہ جھڑ جائیں گے تب تک اس راہ میں تیرا اُڑنا محال ہے۔ اس کے معنی دراصل یہ ہیں (گہرائی میں جائیں) کہ جب تک بال و پر ہیں تو انسان سمجھتا ہے مَیں اپنے بال و پر کے زور سے اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ سکتا ہوں لیکن جب بال و پر جھڑ جائیں

تو سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ انسان اپنے ربّ کریم کے پاؤں میں عاجزی اور انکساری کے ساتھ لَوٹنا شروع کرے اور تضرع کے ساتھ اس سے دعائیں مانگے تب خدا تعالیٰ اس کو پیار کے ساتھ اوپر اٹھائے گا اور اس سے وہ سلوک کرے گا جو وہ اپنے پیاروں سے کرتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔ دلبر کے چہرہ پر کوئی پردہ نہیں ہے۔ تو اپنے آگے سے، اپنی آنکھوں کے سامنے سے خودی کا پردہ اٹھا۔ جب تیرے سامنے سے، تیری آنکھوں کے سامنے سے خودی کا پردہ اٹھ جائے گا تیرے محبوب اللہ کا چہرہ تجھے نظر آنے لگ جائے گا۔

آپ فرماتے ہیں۔

آں سعیداں لِقائے او دیدند

کہ بلاہا برائے او دیدند

ان خوش قسمتوں نے اللہ تعالیٰ کی لقا کا درجہ حاصل کیا جنہوں نے اس کی راہ میں مصیبتیں اٹھائیں اور مصیبتیں اٹھانے کی مثال بلالؓ ہیں ہمارے سامنے، جنہوں نے مکّی زندگی میں (اسلام لانے کے بعد) ظالم آقاؤں کے ہاتھ سے اس قدر مصیبتیں اٹھائیں کہ آج بھی ہم جب وہ روئداد پڑھتے ہیں ہماری آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔ ایک اس کا (حضرت بلالؓ کے حالات پر مشتمل کتاب۔ ناقل) حصّہ چھپ چکا ہے دوسرا چھپنے والا ہے۔ میں سمجھتا ہوں ہر احمدی کو ان کی زندگی کے حالات پڑھنے چاہئیں۔ ایک اللہ تعالیٰ نے ان کو اس زندگی میں، اس جہان میں یہ رفعت عطا کی کہ وہ سردار جوان کو حقیر جانتے تھے، وہ سردار جو ان کو ذلیل سمجھ کے ان پر کوڑے برسایا کرتے تھے، تپتی ریت پر لٹا کر پتھّر رکھ کے کوڑے برساتے تھے ان کے اوپر، فتح مکّہ کے دن اللہ تعالیٰ نے ان کا بدلہ اس طرح لیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جو بلالؓ کے جھنڈے تلے آ جائے گا اس کو پناہ مل جائے گی۔ ان کو وہ عزّت عطا ہوئی کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ علیٰ آلہٖ وسلّم سے جو قریب تر گروہ تھا صحابہؓ کا، بنے خلفاء بعد میں بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وہ بلال کو (رضی اللہ عنہٗ) سیّدنا بلالؓ کہتے تھے۔ ان دنیا کے کُتّوں کا جو غلام تھا وہ خدا تعالیٰ پر جان نثار کرنے والوں کا سردار بنا دیا گیا۔ اور بھی ہیں وہ ان کی زندگی میں واقعات جو بتاتے ہیں کہ کس قدر پیار کرنے لگے تھے

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے پیار کرنے والے حضرت بلالؓ۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ان خوش قسمتوں نے اس کی لقا کا درجہ حاصل کیا جنہوں نے اس کی راہ میں مصیبتیں اٹھائیں۔

اس بادشاہ کے لیے انہوں نے اپنی عزت برباد کردی۔ دل ہاتھ سے گیا اور ٹوپی سر سے گری لیکن اس بادشاہ نے انہیں زمین سے اٹھایا اور آسمان کے ستاروں سے بھی وہ انہیں آگے لے گیا۔ آپ فرماتے ہیں۔

انہوں نے اپنی سب بنیاد، (زندگی کی بنیاد کا ہر پہلو جو تھا نا) برباد کردی یہاں تک کہ فرشتے بھی ان کی وفاداری پر حیران ہوئے۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان میں یہ اعلان کیا کہ تم میں سے جو کوئی عاجزی اور انکساری کی راہوں کو اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اسے ساتویں آسمان کی رفعتوں تک پہنچا دے گا۔ یہ اس عاجزی کا انعام ہے، ان راہوں پر چل کر جو خدا تعالیٰ نے بیان کیں اور جس کی ایک جھلک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان اشعار میں ہے ان راہوں پر چل کر خدا کے حضور جو عاجزانہ زندگی گزاری انہوں نے خدا نے جو بہت ہی پیار کرنے والا ہے اس قدر پیار کا سلوک کیا کہ میں نے بہت غور کیا، تاریخ پڑھی امت محمدیہ کے لئے جن رفعتوں کے سامان پیدا کئے گئے ہیں آج تک آدم کی اولاد میں سے کسی اور کے لیے وہ سامان پیدا نہ ہوئے۔

پس عاجزانہ راہوں کو اختیار کرو اور خدا میں ہو کر، خدا میں فنا ہو کر ایک نئی زندگی پاؤ۔ خدا کے لیے عزّتیں قربان کر کے اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا (النساء:۱۴۰) جو عزّت کا سرچشمہ ہے اس سے عزت حاصل کرو۔ دنیوی عزتیں تو دنیا کی ہر دوسری شے کی طرح آنی جانی ہیں، ہم اپنی زندگیوں میں اس کے نظارے دیکھتے ہیں، ہم نے دیکھے ہیں، آگے بھی دیکھتے رہیں گے زندہ رہنے والے لیکن جو خدا کا ہو جائے اور اس سے وفا کا جو اس نے عہد باندھا ہے اس کو پورا کرنے والا ہو، اس کا دامن پکڑے اور دنیا کی کوئی طاقت اس دامن کو چھڑوا نہ سکے۔ اس کو پھر اس خدا کے سوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (اٰلِ عمران:۱۷۴) اور کسی اَور کی ضرورت نہیں رہتی۔

ہر چیز اس کے لئے قربان کرو، ہر چیز اس سے پاؤ اور اس سے کہیں زیادہ جو تم نے قربان کیا ہے۔ اس سے حاصل کرو۔

خدا کرے کہ ہمیں اس نکتۂ حیات کے سمجھنے کی توفیق ملے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے ہم وارث ہوں اور خدا کرے کہ یہ جو عاجزانہ راہوں کے سکھانے کے لئے ہر سال جلسہ سالانہ ہوتا ہے وہ بھی ہمارے لئے ہزار ہا، لکھوکھہا، کروڑ ہا، بے شمار برکتیں لانے کے سامان پیدا کرنے والا ہو۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۴؍اکتوبر ۱۹۸۲ء صفحہ ۲ تا ۴)